مؤذنِ رسولؐ بلالؓ کا صحیح لہجہ اور تلفظ

مولوی حبیب ریحان ندوی لکچرار اسلامک انسٹی ٹیوٹ البیضاء (لیبیا)

(۲)

سہل کے لغوی معنی | سہل کا لفظ اردو میں بھی تقریباً اپنے عربی معنی میں مستعمل ہے جس کے معنی آسان کے ہیں۔ عربی لغات کی رو سے سہل کے اصل معنی اس نرم یا نشیبی زمین کے ہیں جو سخت یا اونچی نہ ہو، مزید تفصیل ابن منظور کی زبان میں ملاحظہ ہو۔

السہل نقیض الحزن ... ونھر سہل
السھل نقیض الحزن ... ونھر سھل ذو
سھولة والسھولة ضد الحزونة ...
السھل کل شیئ ای اللین وقلة الخشونة
.. وفی الدعاء سھل اللہ علیک الامر ولک ای
حمل مؤنته عنک وخفف علیک ..
واسھل القوم ساروا فی السھل ...
والتسھیل التیسیر وفی الحدیث
من کذب علی متعمدا فقد استھل مکانا
سھلا - من جھنم وھو افتعل من السھل
ولیس فی جھنم سھل [1]

سہل سخت کی ضد ہے ... سہل دریا کے معنی ہیں
سہولت والا ... اور نرمی اور سختی و شدت کی کمی
.. اور دعا کے کلمات میں ہے خدا تم پر اور تمہارے لئے
معاملہ کو آسان کرے یعنی اس کا بوجھ تم سے اٹھائے
اور تم پر تخفیف کر دے ... اسہل القوم کے معنی ہیں
لوگ نرم زمین میں چلے ... تسہیل کے معنی آسانی ..
حدیث پاک میں ہے جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ
بات کہی تو اس نے جہنم میں جگہ بنائی یہاں استھل
کے معنی ہیں اس نے جہنم میں جگہ حاصل کرلی اور یہ
باب افتعل سے ہے جس کے معنی ہیں آسان سمجھنا
حالانکہ جہنم میں کوئی نرم جگہ نہیں ہے۔

ان تمام لغوی معانی کے پیش نظر مراد یہ ہے کہ اذان آسان طریقے پر نرم انداز میں دی جائے لہجہ میں شگفتگی ہو، [illegible] میں نرمی ہو، آمد ہو آورد اور بناوٹ و تصنع نہ ہو

[1] لسان العرب مادہ سہل جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۷۔

سمح کے لغوی معنی: سمح کے لغوی معنی جود وسخا اور کرم کے بیان ہوئے ہیں، نیز ان اوصاف کا تقاضا ہے کہ انسانوں کی غلطی معاف کی جائے۔ لغوی معنی معافی کے بھی آئے ہیں اسی سے مسامحت کا لفظ بنا ہے۔ کسی کی حاجت پوری کرنا اور اجازت دینا بھی اس کے معانی میں شامل ہے۔ نیز اطاعت اور انقیاد سہولت اور آسانی بھی، مختصراً ابن منظور کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

السماح والسماحۃ الجود... وفی الحدیث اسمحوا العبد کاسماحہ الی عبادی... وسمح لی فلان ای اعطانی.. والمسامحۃ المساھلۃ... واسمح لی سھل لہ وفی الحدیث ان ابن عباس سئل عن رجل شرب لبنا محضا أیتوضأ قال اسمح یسمح لک وعلیک... اسمحت نفسہ انقادت... وقولھم الحنیفیۃ السمحۃ لیس فیھا ضیق ولا شدۃ... اسمحت الدابۃ بعد استعصاب لانت وانقادت... وعود سمح بین المسامحۃ والسموحۃ لا عقدۃ فیھا[1]

سماح اور سماحت کے معنی سخاوت کے ہیں... حدیث میں ہے "اسمحوا" جس کے معنی ہیں میرے بندے کو معاف کر جس طرح وہ میرے بندوں کو معاف کرتا ہے... اسمح کے معنی عطا کرنے کے بھی ہیں... مسامحت آسانی... اسمح کے معنی آسانی کرو حدیث میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا ایک شخص کے متعلق جس نے خالص دودھ پیا کیا وہ وضو کرے؟ انھوں نے کہا آسانی کرو تم پر آسانی کی جائے گی... اسمحت نفسہ کے معنی ہیں اس کا نفس مطیع ہو گیا... (اسلام سے متعلق) یہ قول کہ وہ حنفیۃ السمحہ ہے، یعنی اس میں سہولت و آسانی ہے کسی قسم کی تنگی اور سختی نہیں... سمحت الدابۃ جانور سختی کے بعد نرم اور مطیع ہو گیا... عود سمح کے معنی ہیں وہ سارنگی جو آسان اور نرم ہو، جس میں تعقید اور الجھن نہ ہو۔

طرب کے لغوی معنی: الطرب الفرح والحزن... وقیل خفۃ تعتری عند شدۃ الفرح والحزن والھم... وقیل حلول الفرح وذھاب

طرب کے معنی خوشی یا غمی کے ہیں... ایسی حالت جو مسرت، غم یا پریشانیوں کی شدت میں ہو جاتی ہے... خوشی کی آمد اور غم کا زوال... ثعلب نے کہا کہ

[1] لسان العرب مادہ سمح، جلد ۳، صفحہ ۳۱۹-۳۲۰

الحزن... وقال ثعلب الطرب عندی ھو الحرکۃ... والطرب الشوق... واستطرب طلب الطرب واللھو... وطرب تغنی ویقال طرب فلان فی غنائہ تطریبا اذا رجّع صوتہ وزینہ.... والتطریب فی الصوت مدہ وتحسینہ... وطرب فی قراءتہ مد ورجّع۔[1]

طرب کے معنی حرکت کے ہیں... طرب بمعنی شوق۔ استطرب یعنی لہو وطرب طلب کیا... طرب کے معنی گایا۔ اس نے گانے میں تطریب کی یعنی اپنی آواز کو حلق میں سے نکالا اور مزین بنایا... آواز میں تطریب کا مطلب یہ ہے کہ آواز کو بڑھایا اور اچھا کیا... قرأت میں طرب کیا یعنی آواز کو بڑھایا اور حلق میں گھما کر دہرایا۔

لغوی معنی کے پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث پاک میں آواز کی محض تحسین وتجمیل اور بلندی وخوبصورتی کی ممانعت نہیں کی گئی ہے کہ اس کو دوسری جگہوں پر استحسان کی نظر سے دیکھا گیا ہے بلکہ یہاں طرب سے مراد وہ معنی ہیں جن سے آواز کو حلق میں گھما کر ضرورت سے زیادہ گھٹایا بڑھا اور کھینچ کر ادا کیا جائے گا، گانے کے طرز پر نت نئے سُر نکالے جائیں اور اس میں گانے کا رنگ اور جھومنے اور حرکت کرنے کا انداز پیدا ہو جائے۔

لحن والی اذان مکروہ ہے | لحن والی اذان کے جائز و ناجائز ہونے والے اقوال نقل کرنے کے تقریباً تیرہ صفحات کے بعد ابن قدامہ اپنا فیصلہ اس طرح سناتے ہیں کہ یہ ایک شرط کے ساتھ مکروہ ہے۔

ویکرہ اللحن فی الاذان فانہ ربما غیر المعنی فان من قال اشھد ان محمدا رسول اللہ ونصب لام رسول اخرجہ من کونہ خبرا... فاما اذا کان الثغ لثغۃ لاتتفاحش جاز اذانہ فقد روی ان بلالا کان یقول اسھد یجعل الشین سینا والخبر سلیمون ذلک کان اکمل واحسن۔[2]

اور اذان میں لحن مکروہ ہے کیونکہ وہ ممکن ہے کہ معنی ہی کو بدل دے، پس جس نے اشھد ان محمد رسول اللہ میں رسول کے لام پر زبر لگایا گویا اس نے اس کو خبر سے نکال دیا... لیکن اگر اس میں غیر فاحش (بہت بھی ناگوار) لکنت (لحن) ہو تو جائز ہے کیونکہ حضرت بلالؓ کے متعلق روایت ہے کہ وہ اسھد کہتے تھے شین کو سین بنا دیتے تھے

[1] لسان العرب مادہ طرب جلد ۱ صفحہ ۵۵۸ ۔ ۵۶۲ ۔
[2] المغنی جلد ۱: ۴۷۹

لیکن اگر اس سے محفوظ رہے تو احسن واکمل ہے۔

لحن کے لغوی معنی: نغم، سہل، تشنج اور طرب کے لغوی معنی بیان کیے جاچکے ہیں جن سے معنی کی وضاحت بڑی حد تک ہوچکی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "لحن" کے لغوی معنی بھی مختصراً بیان کردوں، لحن کی تفصیل تاج العروس اور لسان العرب میں دیکھی جاسکتی ہے، ابن منظور نے اس کے معانی بڑی تقطیع کے پانچ صفحات میں بیان کیے ہیں، راقم اختصار کی غرض سے لسان العرب سے اردو میں خلاصہ پیش کرتا ہے "لحن کے چھ معانی بیان ہوئے ہیں ۱۔ عراب، یعنی قواعد گرامر میں غلطی۔ ۲۔ عربی زبان میں غلطی۔ ۳۔ گانا۔ ۴۔ سمجھ اور عقل۔ ۵۔ صراحت کے بجائے اشارۃً بات کرنا۔ ۶۔ مفہوم و معانی.....

لحن فی قرائتہ، گاکر مطربانہ انداز سے پڑھنا۔ حدیث میں ہے "اقرؤا القرآن بلحون العرب" اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن عربوں کے طریقوں پر پڑھو، اور "لحن فی کلامہ" کے معنی ہیں اس نے اپنے کلام میں غلطی کی۔ ابن اثیر نے کہا ہے "اللحن المیل عن جھۃ الاستقامۃ، یقال لحن فلان فی کلامہ اذا مال عن صحیح المنطق" لحن کے معنی ہیں استقامت والی راہ سے ہٹ جانا۔ کہا جاتا ہے فلاں نے اپنے کلام میں لحن کیا یعنی صحیح لہجہ سے ہٹ گیا" روایت ہے کہ "ان القرآن نزل بلحن القریش" اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے "تعلموا الفرائض والسنۃ واللحن" فرائض، سنت اور لحن سیکھو، یہاں لحن سے مراد بعض حضرات کا خیال ہے کہ زبان یعنی عربی زبان اچھی طرح سیکھو کہ اس کے بغیر قرآن و سنت نہیں سمجھ سکتے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ ہے کہ لحن یعنی خطا اور غلطی کو بھی سیکھو اور پڑھو تاکہ اس غلطی سے احتراز و اجتناب کرسکو۔ قرآن میں جو لحن القول وارد ہے اس کے معنی کلام کا مفہوم و معانی و محتویات ہیں، اور لحن الذی ھو الغناء و ترجیع الصوت والتطریب" جس لحن کے معنی غنا کے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ آواز کو مطربانہ انداز سے اتار چڑھا کر اور حلق میں پھنسا کر ادا کیا جائے "وقد لحن فی قرأتہ" کے معنی ہیں اس نے اپنی قرأت میں مطربانہ انداز اختیار کیا۔[۱]

---

[۱] مختصراً ماخوذ از لسان العرب مادہ لحن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۳ - ۲۶۷)

اس لغوی تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہاں سے مراد اعراب کی غلطی بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ اس کے بعد الفتح کا تذکرہ کیا ہے، اور اس سے مراد مطربانہ اور مغنیانہ انداز بھی ہو سکتا ہے کہ ابن قدامہ نے اس سے پہلے مطرب موذن کا قصہ بیان کیا تھا، لیکن اتنی بات تو بہرحال متفق علیہ ہے کہ حضرت بلال مطربانہ و مغنیانہ انداز سے اذان نہیں دیتے تھے۔

ابن قدامہ کے استدلال پر جرح کی ابن قدامہ کی اس روایت کی کچھ تفصیل خود ابن قدامہ کی عبارت کے تحت السطور میں پائی جاتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے استدلال صحیح نہیں ہے اور کچھ مزید تفصیل راقم نمبروار کرے گا۔

۱۔ عبارت میں جزم و وثوق نہیں کہ سب سے پہلی بات تو یہ کہ ابن قدامہ نے جزم و وثوق کے ساتھ یہ بات نہیں لکھی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

۲۔ روایت کی سند یا حوالہ موجود نہیں دوسری بات یہ کہ روایت کس سے سنی؟ اور اس کی سند کیا ہے، اور اس کا درجہ کیا ہے یہ بھی ابن قدامہ نے نہیں بتایا۔

۳۔ مطربانہ انداز پر اذان کی ممانعت پہلی عبارت میں جو یہ لکھا ہے کہ ایک موذن مطربانہ انداز میں اذان دے رہے تھے تو ان کو حضورؐ نے منع فرمایا، اس سے تین باتیں واضح ہوتی ہیں پہلی بات تو یہ کہ اس روایت کو انھوں نے دارقطنی کے حوالے اور ابن عباس کی روایت و سند کے حوالے سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت کو سند سے بھی نہیں بیان کیا اور نہ کسی صحابی یا تابعی کا نام لیا اور نہ کسی کتاب ہی کا حوالہ دیا، دوسری بات یہ کہ آواز میں طرب پیدا کرنے سے جب ممانعت آپ نے فرمائی تو پھر لحن اور تلفظ کے بدلنے پر آپ ضرور ممانعت فرماتے یا کسی دوسرے شخص سے یہ خدمت انجام لیتے جس کا تلفظ اور عربی لہجہ ٹھیک ہوتا، تیسری بات یہ کہ صحابہ و تابعین اور ائمۂ حدیث نے جب ایک موذن کی مطربانہ اذان کا تذکرہ بھی ضروری سمجھا ہے تو پھر بلالؓ کی اذان تو برسہا برس تک جاری رہی اور حضور انورؐ اور صحابۂ کرام رضؓ نے اسے سنا، اس پر نہ حضورؐ نے کوئی ہدایت جاری کی اور نہ کم از کم صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس قصہ کو نقل کیا اور نہ کتب حدیث نے اس واقعہ کی طرف مطلق اشارہ کیا۔

۴۔ لحن سے مراد اذان اکمل و اتم و احسن ہے دوسری روایت کا آخری جملہ یہ ہے کہ تھوڑا سا لحن کو

جائز ہے لیکن اگر مؤذن اس سے محفوظ رہے تو یہ سلامتی کمال اور درجۂ احسن ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امت کے تمام مؤذنین پر حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان کی اتباع ضروری ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کے وہ اعمال جن پر حضور رسالتمآبؐ یا کسی دوسرے صحابیؓ کی طرف سے اعتراض جرح یا اجتہادی مخالفت نہیں پائی جاتی ہو وہ حضورؐ کے زمانہ میں اگر ہوا ہے تو سنت ہے، کیوں کہ حضورؐ کا سکوت بھی سنت ہے۔ اور رضا مندی کی علامت ہے، اور اگر صحابہ کے زمانہ میں ہوا ہے تو اجماعِ سکوتی کی وجہ سے وہ بھی سنت ہے۔ اب ابن قدامہ کو بغیر لحن اور بغیر شین کو سین سے تبدیل کیے ہوئے جو اذان دی جائے وہ زیادہ مستحسن، اسلم اور اکمل نظر آتی ہے، اور یہ صحیح بھی ہے لیکن اسلام کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مؤذن حضور انورؐ اور صحابہ کرام کے سامنے ہمیشہ ایسی اذان دیتا رہا جس میں لحن کی آمیزش ہو اور ایک بار بھی آپ نے یا کسی نے اس کو مستحسن، اسلم اور اکمل طریقۂ اذان کی تعلیم یا کم از کم ترغیب نہیں دی، شرعی و عقلی دونوں حیثیتوں سے یہ صورتِ حال قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ حضورؐ سے زیادہ اسلم و اکمل طریقہ پر کوئی نماز نہیں پڑھا سکتا تھا اس لئے آپ امام تھے اور آپ نے ایسے شخص کا انتخاب اذان کے لئے کیا تھا جو اس کو مستحسن اور اسلم و اکمل طریقہ پر ادا کرسکے۔ ورنہ امت کی تعلیم و اتباع کے لئے پہلا موذن ہی اگر لحن کے ساتھ اذان دینا شروع کرے گا تو پھر آخری موذن کی کیا حالت ہو جائے گی؟ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضورؐ نے عبداللہ بن زیدؓ کو جب انھوں نے اذان والا خواب بیان فرمایا تو حکم دیا کہ الفاظِ اذان بلال کو تلقین کراؤ کہ ان کی آواز اچھی ہے، پھر حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ اگر خدانخواستہ آپ کی اذان میں لحن ہوتا تو پھر آخر عمر تک حضور رسالتمآبؐ آپ کو اذان کی خدمت پر مامور نہیں کرتے اور آپ کی اذان کو پسند نہ فرماتے، محمد بن سعدؒ نے حضورؐ کے تین مؤذنوں کے

ؒ محمد ابن سعد بن منیع ۱۶۸ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، بغداد جا کر اپنے استاد واقدی کے کاتب اور کاتب الواقدی کے نام سے مشہور ہوئے، کوفہ اور مدینہ طیبہ بھی گئے، سفر و حضر میں شیوخ سے ملاقات اور کتابت حدیث و جمع کتب ان کا مشغلہ تھا اپنے زمانہ کے شیوخ و علماء سے باہم ربط تھا، اپنے وقت کے امام المحدثین امام احمد بن حنبل سے اچھے تعلقات تھے، امام احمد واقدی کی کتابوں کے اوراق ہر ہفتہ ابن سعد سے منگا کر مطالعہ کرتے تھے اور دوسرے ہفتہ واپس بھیج کر دوسرے اوراق منگاتے تھے۔ ان کے استاد واقدی پر (باقی صفحہ ۵۶ میں)

نام لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ بلال ہمیشہ ہی اذان دیتے تھے[1] لیکن اذا غاب بلال اذان ابو محذورہ[2] واذا غاب ابو محذورہ[3] یعنی جب بلال غائب ہوتے تھے تو ابو محذورہ اذان دیتے تھے اور جب ابو محذورہ غائب ہوتے تھے تو

صفحہ ۹۹ کے حاشیہ کا بقایا: اگو تراجم کی کتابوں میں اکثر محدثین نے جرح کی ہے اور ضعیف بتایا ہے (اگو بعض نے ان کو ثقہ بھی کہا ہے) جس کی تفصیل و تحقیق کا یہ موقع نہیں ہے، لیکن ابن سعد کی توثیق و تعدیل خطیب، ابن حجر اور سخاوی سب ہی نے کی ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے علاوہ دوسرے شیوخ کی روایات کو بھی جمع کیا ہے۔ طبقات میں ابن سعد نے سیرتِ رسولؐ کے بعد مدینہ میں فتویٰ دینے والے اصحابؓ کی فہرست دی ہے، پھر صحابہ و تابعین کے تراجم بیان کیے ہیں اور آخری جزو کو خواتین کے لئے مخصوص کیا ہے۔ ابن سعد کی وفات صحیح روایات کی رو سے ۲۳۰ھ میں ہوئی ہے۔ [1] حضورؐ کے موذنین کی مختصر تفصیل ایک دوسرے مضمون میں پیش کی جائے گی جس سے پتہ چلتا ہے کہ بلالؓ اور ابن مکتوم اکثر و بیشتر ایک ساتھ ہی اذان دیتے تھے یعنی ایک اذان تو دوسرا اقامت یا ایک سحری کے لئے اذان تو دوسرا فجر کی نماز کے لئے اذان۔ [2] حضرت ابو محذورہؓ کا نام اوس بن معیر بن لوذان یا دوسرے قول کے مطابق سمرہ بن عمیر بن لوذان ہے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق فتح مکہ ہی کے دن حضورؐ سے اجازت مانگی کہ میں آپ کے لئے اذان دوں، حضورؐ نے فرمایا ہاں اذان دو، پھر وہ بلالؓ کے ساتھ اذان دینے لگے، پھر جب حضورؐ مدینہ واپس تشریف لے آئے تو مکہ میں ابو محذورہؓ کو اذان دینے پر مامور کیا اور انھوں نے مدینہ ہجرت نہیں کی اور مکہ میں اذان۔ ان کی نسل میں امام شافعی کے زمانہ میں بھی تھی، کتانی نے تہذیب النووی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حضورؐ نے ان کو اذان کا حکم حنین سے واپسی پر دیا تھا، وفات مکہ میں ۵۹ھ میں ہوئی۔ [3] نام کے بارے میں اختلاف ہے، اہل مدینہ عبداللہ اور اہل عراق عمرو کہتے ہیں، نسب متفق علیہ ہے، ابن قیس بن زائدہ بن الاصم بن رواحہ، ماں کا نام عاتکہ ام مکتوم بنت عبداللہ، آپ نابینا تھے، اوائل عہد میں مکہ میں اسلام لائے، غزوہ بدر کے بعد ہجرت کی، ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضورؐ سے پہلے ہی ہجرت کی، مدینہ میں بلالؓ کے ساتھ حضورؐ کے لئے اذان دیتے تھے اور حضورؐ عام غزوات میں ان کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر جاتے تھے اور وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، آپ ہی نے جماعت سے نماز ادا کرنے کی رخصت طلب کی تھی لیکن حضورؐ نے [illegible] آپ نے انہیں اس فضیلت [illegible] (صفحہ ۵۸)

اذن عمرو بن اُم مکتوم سلہ　　　　عمرو بن مکتوم اذان دیتے تھے ۔

۵۔ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت بلال کی اذان

حضرت بلالؓ نے حضور انورؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا کہ اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا تھا تو آپ سے یہ مطالبہ کروں گا کہ حضورؐ کے بعد اب میں اذان نہیں دوں گا، حضرت ابوبکرؓ نے ان کا یہ مطالبہ منظور کرلیا تھا [۲] حضرت عمرؓ نے ایک بار آپ سے اذان دینے کی خواہش ظاہر کی آپ نے جس وقت اذان دی تو سارے لوگ آبدیدہ تھے اور سب کو حضورؐ کا زمانہ یاد آگیا تھا۔ خود حضرت عمرؓ سب سے زیادہ آبدیدہ تھے، یہ اذان ملک شام میں دی گئی تھی [۳]

بہرحال استدلال یہاں یہ کرنا ہے کہ حضورؐ کی وفات کے ایک مدت بعد جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو یہ ایک خاص اور اہم واقعہ تھا جس کو مورخین نے بیان کیا ہے، اس اذان کو سننے والے بھی متعدد صحابی اور تابعی تھے لیکن کسی روایت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے اذان میں (اشہد) کی جگہ پر (اسہد) سین سے کہا ہو۔ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو حدیث وتاریخ کی کتابوں میں ضرور پایا جاتا [۴]

(صفحہ ۳۷۸ کے حاشیہ کا بقایا) چاہتے تھے "عبس وتولی" والی آیت انہیں کے سلسلے میں نازل ہوئی، اسی طرح آیت "لایستوی القاعدون" جب نازل ہوئی تو ابن مکتوم نے کہا یارب تو نے مجھے آزمائش میں ڈالا ہے، میرے لئے کوئی عذر ہے تو آیت نازل ہوئی "غیر اولی الضرر" قادسیہ کے دن زرہ پہن کر آئے تھے اور علم اٹھائے ہوئے تھے، مدینہ میں انتقال ہوا۔ [۱] طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار بیروت للطباعہ والنشر، ۳ - ۲۳۴ [۲] ایضاً ۳ - ۲۳۷ [۳] طبری ا۔ فقرہ ۲۵۲۵، منقول از مطبوعہ دار المعارف مصر جلد ۴ - ۶۶، و تاریخ الکامل لابن الاثیر دار صادر للطباعہ والنشر ۲ - ۵۶۲، طبری کے الفاظ ملاحظہ ہوں، طاعون عمواس کے بعد جب آپ شام آگئے تھے ان واقعات کو درج کرنے کے بعد "وحضرت الصلاۃ وقال الناس لو امرت بلالا فاذن، فامرہ فاذن فما بقی احد ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بلال یؤذن لہ الا بکی حتی بل لحیتہ وعمر اشدہم بکاء وبکی من لم یدرکہ بکائہم ولذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم" [۴] علاوہ ازیں یہ ایک مسلم الثبوت تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت فاروقؓ زبان کی غلطی سے بھی سخت ناپسند فرماتے تھے اور کبھی برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ فوراً منع فرما دیتے تھے اس سلسلے کے کئی قصے کتب تاریخ میں موجود ہیں، مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ نقل کرتا ہوں "ابو [illegible] حضرت عمر بھی وہاں [illegible] تھا، ایک شخص نے کہا [illegible]

۶۔ چھٹی ساتویں صدی کے فقیہ کا قول حدیث کی عدم موجودگی میں حجت نہیں جیسا کہ بیان بھی کیا جا چکا ہے کہ عصر تدوین حدیث کے بعد کوئی ایسی بات جس کا تعلق حضورؐ اور دین کے تعبدی احکام اور شرعی اوامر سے ہو اگر حدیث کی کتابوں میں نہ پائی جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صحیح حدیث نہیں ہے۔ ۷۔ ابن قدامہ کی پیدائش ۵۴۱ھ اور وفات ۶۲۰ھ میں ہوئی ہے، اس لئے اس سے قبل کی کتب حدیث میں اس کا پایا جانا ضروری ہے۔

۸۔ بلکہ اس کے برعکس حفاظ حدیث نے نہ اسے بیان کیا اور جس کسی نے بھی بیان کیا اس کی تردید کی اور اسے موضوعات کی فہرست میں داخل کیا۔ اس لئے اس کے موضوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ۹۔ ابن قدامہ نے تحقیقی طور پر نہیں بلکہ سنی ہوئی بات پر یقین کرتے ہوئے بلا دلیل و سند اور بلا حوالہ یہ بات درج کی ہے جو یقیناً علمی طریقہ استدلال اور محدثین کے عظیم اصولوں پر پوری نہیں اترتی۔

۱۰۔ امام احمد بن حنبل نے یہ روایت بیان نہیں کی ابن قدامہ حنبلی ہیں اور انھوں نے مختصر ابی القاسم عمر بن حسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی کی شرح المغنی کے نام سے کی ہے خود حنبلی مذہب کے امام اور اپنے وقت کے امام المحدثین احمد بن حنبلؒ کی طویل و عریض مسند موجود ہے جس میں اصطلاح محدثین کے مطابق ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں لیکن اس میں بھی یہ حدیث یا واقعہ نہیں پایا جاتا۔

۱۱۔ حضرت بلال کی اچھی آواز یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ حضرت بلال رضؓ کی فصیح الکلامی اور اچھی آواز ہی کی وجہ سے حضورؐ نے عبداللہ بن زیدؓ کو حکم دیا تھا کہ بلال کو اذان کی تلقین کرو۔ ابن قدامہ نے بھی اس روایت کو اثرم ابوداؤد ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور ترمذی کا قول نقل کیا ہے کہ ھذا حدیث حسن صحیح "فانہ اندی صوتاً منک"[1] یقیناً اچھی آواز سے مراد صرف طرب و غناء نہیں ہو سکتا کہ اس کی ممانعت حضورؐ نے خود کی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ فصیح

وغیرہ دیکھا شیخ کا تقاضا) برداشت نہ کر سکے اور فرمایا زبان کی غلطی نشانہ کی غلطی سے زیادہ بُری بات ہے "سوء اللحن اسوء من سوء الرمی" (ابن سعد ۳-۴۹۸) اس واقعہ کی روشنی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کی غلط تلفظ میں اذان کو سنتے رہتے اور ان کو منع نہ کرتے اور نہ حضورؐ سے اس سلسلے میں کوئی استفسار کرتے بلکہ اس کے برعکس ان کو اپنا سردار کہتے (ابن سعد ۳-۲۳۳) اور ان سے ایک بار اذان دینے کی خواہش کرتے یقیناً بلالؓ کی اذان [illegible] جمیل اور صحیح تھی اور حضورؐ و صحابہؓ کی پسندیدہ اذان تھی اور ہر عیب [illegible] سے پاک تھی [illegible] اس [illegible] انصاف نے [illegible] صحیح کی [illegible] مراد واضح حدیث سے ہے [illegible] ابن قدامہ [illegible] بہت بڑے عالم اور مومن کامل تھے

[1] المغنی ۱-۴۰۶

زبان بند آواز اور صحیح تلفظ و نطق - ابن قدامہ کا اس روایت کو بحوالہ و سند بیان کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت بلالؓ کے لہجۂ مبارک میں لحن نہیں تھا۔

۱۲۔ حضرت بلالؓ کی اذان میں لفظ اشہد کی تصریح - یہ سب تو بہرحال قوی دلائل ہیں لیکن واضح ترین دلیل محمد بن سعد کا وہ قول ہے جو انہوں نے سند کے ساتھ محمد بن حارث التیمی سے، انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے جس کی روشنی میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، ملاحظہ ہو۔

لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن بلال و رسول اللہ لم یقبر، فکان اذا قال اشہد ان محمدا رسول اللہ، انتحب الناس فی المسجد۔ (۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اس وقت اذان دی کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن نہیں کیا گیا تھا پس جب انہوں نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو لوگ مسجد میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے

لیجئے اس روایت میں ابن سعد نے وضاحت و صراحت کے ساتھ حضرت بلالؓ کے لفظ اشہد، شین کے ساتھ ادا کرنے کی خبر دی ہے جس کے بعد اس قصہ کے من گھڑت ہونے میں کسی شبہ کی مطلق گنجائش نہیں۔ ۱۳۔ وضاعین حدیث اپنا یہ کمال سمجھتے ہیں کہ بات کسی ایسی بنیاد پر قائم کی جائے جو بظاہر عقلی طور پر سمجھ میں آسکتی ہو، زیر بحث مسئلہ میں بھی ایک عام فہم شخص یہ تصور کرسکتا ہے کہ جب حضرت بلالؓ حبشی تھے تو ان سے یہ لحن یا غلطی متوقع و ممکن ہے اور ناممکن الوقوع بہرحال نہیں ہے۔ لیکن پہلی بات تو یہ کہ حضرت بلالؓ نے برسوں عربوں میں رہ کر عربی سیکھی تھی، پھر تربیتِ رسولؐ نے انہیں کامل بنا دیا تھا لیکن تمام وضاعین حدیث کو محدثین کرام کا یہ کمال معلوم نہیں ہوتا کہ وہ رسولِ پاکؐ کے ایک ایک لفظ کی تحقیق و تدقیق کرتے ہیں اور آپ کی مجلس میں واقع ہونے والے ایک قول و فعل امر و نہی اور اقرار (یعنی کسی کام پر سکوت) تک کی صحت کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے ایسے ایسے علمی طریقے اختیار کرتے ہیں اور اس طرح مستعدی اور کمربستہ رہتے ہیں کہ علوم انسانی کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ صرف یہ کہ ملتی مستحیل ہے بلکہ اس کو تلاش کرنا بھی ضیاعِ وقت ہے۔ لیکن عقلی طور پر بھی واضعِ حدیث نے یہ نہ سوچا کہ عقلی و شرعی طور پر یہ کیسے صحیح ہو سکتا تھا کہ حضور پاکؐ ساری عمر اذان کو جو ایک شرعی و تعبدی حکم ہے اور شعائر اسلام

(۱) طبقات ابن سعد ۳: ۲۳۶

میں سے ہے، غلط انداز اور لحن کے ساتھ سنتے رہتے، نہ کبھی اس پر تنبیہ فرماتے اور نہ اس موذن ہی کو اس کام سے برخاست فرماتے ـــ۔ پھر ایک ایسی چیز بھی موجود ہے جس کا مشاہدہ تاریخ اسلام و انسانیت چودہ سو برس سے کر رہی ہے، وہ یہ کہ لاکھوں کروڑوں غیر عرب افراد اسلام میں داخل ہوئے جنہیں فیض صحبت نبوی بھی نصیب نہیں ہوا، پھر بھی وہ عربی زبان میں طاق ہوئے، اس کے صحیح تلفظ کو انہوں نے ادا کیا، سینکڑوں ائمۂ فقہ و حدیث اور اہل علم عجم سے تعلق رکھتے تھے لیکن عربی سیکھنے کے بعد انہوں نے عربوں کی طرح ہر علم و فن میں ترقی کی، ہزاروں لاکھوں عجمی آج بھی صحیح تلفظ کے ساتھ قرآنِ پاک حفظ کرتے ہیں، عالمِ اسلامی کی لاکھوں مسجدوں میں صحیح تلفظ کے ساتھ اذانیں دی جاتی ہیں۔ یہ مشاہدہ ہے کہ حبشی، سوڈانی اور دیگر سیاہ فام نسلیں جب عربی سیکھ لیتی ہیں تو ان کا تلفظ صحیح ہو جاتا ہے۔ یہ مشاہدہ بھی موجود ہے کہ ہندوستان کا ایک باشندہ، لیبیا جیسی خالص عربی ریاست میں تفسیر و حدیث اور علوم شرعیہ و فقہ پڑھاتا ہے اور بحمداللہ صحیح تلفظ ادا کرنے پر قادر ہے۔ ان مشاہدات، تاریخی حقائق اور تجربات کی روشنی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدنا بلال شین کا صحیح تلفظ ادا کرنے کے قابل نہ ہوں۔

۱۴۔ ان جملہ دلائل کی موجودگی میں یہ بات صحیح نہیں کہ نعوذ باللہ حضرت بلال اشھد کی جگہ اسھد کا لفظ کہتے ہوں۔ باقی فقہی مسئلہ اپنی جگہ پر درست ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نہیں بلکہ مجبوری سے کوئی ایسا لحن کرے جو فاحش نہ ہو اور اس سے معانی میں تبدیلی پیدا نہ ہو تو وہ اذان جائز ہو گی لیکن صحیح اور ضروری یہی ہے کہ منصب اذان کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو صحیح تلفظ ادا کر سکتا ہو۔ ہر مسلمان پر ابتدائی عربی تعلیم واجب ہے۔ بلکہ ہر مسلمان پر اتنی عربی سیکھنی ضروری ہے جس سے وہ صحیح تلفظ ادا کر سکے اور کم از کم قرآن پاک کی وہ سورتیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں ان کو مفہوم و معنی کے ساتھ سمجھ سکے اور لحن سے مبرا ہو کر پڑھ سکے اور اذان دے سکے، موجودہ تعلیمی مشاغل میں عربی کی اس ضرورت کو کس طرح پورا کیا جائے؟ اس سلسلہ میں راقم نے ایک آسان عملی تجویز ہفتہ وار صدق جدید لکھنؤ میں پیش کی ہے۔